Scan: http://www.new.dli.ernet.in/
PDF: http://www.KetabFarsi.com

جملہ حقوق محفوظ

سرگذشت مردِ خسیس

مترجمہ

مرزا جعفر قراجہ داغی

بہ اضافہ

تمہید - مقدمہ و حلِ لغاتِ جدیدہ

از

جناب قاضی فضل حق صاحب ایم اے منشی فاضل ایم آر اے ایس (لندن)
لکچرار گورنمنٹ کالج و پنجاب یونیورسٹی لاہور

سنہ ۱۹۲۱ء

بفرمائش شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

صرف ٹائیٹل در مطبع کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور بچاپ رسید

(طبع دوم ۱۰۰۰) (قیمت فی جلد ۱۲؍)

از دیباچہ طبع اوّل

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

یہ عام شکایت ہے۔ کہ فارسی زبان میں ایسی کتابیں بہت کم ہیں۔ جن کی زبان دلچسپ اور مضمون دلپسند ہو اور جو تفنّن طبع کے لئے مفید ہو سکیں۔ درسی کتابیں مشکل ترکیبوں۔ مغلق الفاظ اور پیچ در پیچ فقرات کی بھرمار کی وجہ سے یہ غرض پوری نہیں کر سکتیں۔ کالجوں اور مدرسوں کے طالبعلم سوائے مروّجہ نصابوں کے (جو انہیں امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے خواہ مخواہ پڑھنے ہی پڑتے ہیں) دوسری کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ اس لئے ایسی کتابوں کی بہت ضرورت ہے جو دلچسپ اور آسان زبان میں لکھی ہوئی ہوں۔ تاکہ طالبعلم

مقدمۂ ناشر

فنِ تمثیل

تعریف:- تمثیل کے لغوی معنی "صورت بستن پیکر کسے را بنگاشتن وجز آں"[1] اور اصطلاح میں اس فن کا نام ہے جس میں کسی حکایت یا واقعہ تاریخی کے افراد متعلقہ کے لباس، طرز کلام اور لہجہ کی بذریعۂ اشخاص ہو بہو نقل اُتاری جائے۔ ایسے اشخاص کو ممثل کہتے ہیں۔

اس فن کو تقلید بھی کہتے ہیں۔ مولٰنا غنیمت رح مقلدوں کی ایک جماعت کے متعلق یوں حوالۂ قلم فرماتے ہیں[2]:-

به فن خویشتن استاد ہر یک گہے مرد و گہے زن گاہ طفلک
گہے سناسیانِ مو پریشان گہے اسلامیان اہل ایمان
گہے در غربت و گاہے بہ شتگی گہے کشمیری و گاہے فرنگی
گہے دہقاں زن گاہ پیر دہقاں گہے گبر ترش نامسلماں
گہے رنگِ زنِ نوزادہ بردہ بدست دایہ گریاں زادۂ او

---

[1] منتہی الارب جلد چہارم۔

[2] نیرنگ عشق مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۰-۲۱۔

ز ہر قومے کہ خواہی جلوہ سازند بہر رنگے کہ گوئی عشوہ بازند

فن تمثیل کا آغاز یقینی طور پر یہ کہنا کہ اس فن کا رواج ارتقائے تمدن کے کس درجہ میں اور کب ہؤا بہت مشکل ہے۔ لیکن چونکہ اس فن کی غرض اولے (کم از کم اسکے ابتدائی مدارج میں) لہو ولعب اور تفنن طبع ہے اور لہو و لعب کی طرف میلان قدرتاً طبیعت انسانی میں پایا جاتا ہے اس لئے یہ فن کسی نہ کسی حالت میں قریباً ہر قوم اور اس کے ارتقا کے ہر ایک زمانہ میں موجود رہا ہے۔ اور اس فن کی ترقی تہذیب قوم کی ترقی کے ہمدوش رہی ہے۔ الّا اس صورت میں کہ مذہب یا حکومت (جو تغیر رسوم و رواج کے سب سے بڑے باعث ہوتے ہیں) اس کی ترقی کے مانع نہ ہوئے ہوں +

تمثیل و اقوام آریہ آریہ نسل کی قوموں نے اس فن کو ہمیشہ سے اپنی مذہبی قومی اور ملی ہستی کا ایک لازمہ قرار دے رکھا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ مذہبی و ملی روایتوں کے تحفظ، جذبات حب قومی کے ہیجان، اور رسوم و رواج و اخلاق و تمدن کی اصلاح میں اس فن کی مدد سے انہوں نے معتد بہ کام لئے ہیں +

تمثیل اور اہل فرنگ اہل فرنگ (جو آج تہذیب و تمدن کی علم برداری کے مدعی ہیں) نے اسے فنون لطیفہ میں شمار کیا۔ اور اس قدر رواج دیا ہے کہ وہ ان کی حیات ملی میں ایک جزو لاینفک ہو گیا ہے +

تمثیل و اقوام سامیہ } لیکن سامی قوموں نے کبھی اس فن کی ترویج اور ترقی میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا اور ان کے ہاں اپنی قدرتی اور ابتدائی حالت سے زیادہ ترقی نہیں کر سکا۔ ان قوموں کی تاریخ اور اُن کا علم ادب اس فن کے ذکر سے بالکل خالی ہے +

تمثیل و اہل عرب } عربوں کے وسیع علم ادب سے بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کسی زمانہ میں یہ فن سوائے ابتدائی حالت کے ان کے ہاں مروج رہا ہو +

تمثیل و اسلام } لیکن اسلام کے بعد اگر اس فن سے اہل عرب نے بے اعتنائی کی تو اس کی وجہ صاف اور صریح ہے مسلمان مذہب کو اپنی قومیت سے جدا نہیں سمجھتے۔ اور ان کا تمدن ان کے مذہب سے علیحدہ نہیں۔ ان کی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں مذہب ہی کا رنگ غالب ہے۔ اس لئے ان کا تدین بہت حد تک اس فن کی ترقی میں سدّ راہ رہا +

چونکہ ایک پکا مسلمان لہو و لعب کو لغو سمجھتا ہے۔ اور وہ و اذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً کے مفہوم کے مطابق اسے خلاف عبودیت رحمٰن ماننے پر مجبور ہے۔ اس لئے وہ اس قسم کے رواج سے سخت متنفر ہے۔ مزید براں ایک حدیث نبوی کا مفاد یہ ہے کہ "مردوں کے سوانگ بھرنے والی عورتیں۔ اور

عورتوں کا سوانگ بھرنے والے مرد دونو لعنتی ہیں،، اس لئے کچھ تعجب نہیں اگر ان کا کیسۂ ادب بھی اس نقد سے بالکل خالی ہو +

تمثیل و اہل ایران } اہل ایران جو اسلام قبول کرنے کے بعد خوشہ چین تہذیب عرب تھے اسی رنگ میں رنگے گئے۔ اور انہوں نے بھی اپنے استادوں (اہل عرب) کا اقتدا کیا +

یہ بتانا مشکل ہے کہ اسلام سے پہلے ایران میں اس کا رواج تھا یا نہیں اور اگر تھا تو کس حد تک کیونکہ مسلمانوں سے پہلے کا فارسی علم ادب قریبًا معدوم ہے - اور جو کچھ موجود ہے وہ اس بارے میں بالکل ساکت ہے +

تاہم یہ فن حالت ''طفولیت'' میں اب بھی وہاں موجود ہے اور اس کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :-

(۱) تمثیل انفرادی - (۲) تمثیل مجلسی +

تمثیل انفرادی } اس میں صرف ایک ہی شخص کسی خاص واقعہ یا حکایت کو (خواہ نثر میں ہو- یا نظم میں) اس طریق پر نقل کرکے بیان کرتا ہے گویا اصلی افراد قصہ کی روح اس کے جسم میں حلول کرگئی ہے اور وہ خود آپ بیتی بیان کر رہا ہے +

مولانا آزاد مرحوم ایک ایسے ''ممثل'' کا نقشہ ان الفاظ

---

[1] لعن اللّٰہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال (مشکوۃ المصابیح۔ باب الترجل صفحہ ۲۷۲)

میں کھینچتے ہیں[1] :-

"ایران کے بازاروں میں اور اکثر قہوہ خوانوں میں ایک شخص نظر آئے گا کہ سرو قد کھڑا داستان کہہ رہا ہے اور لوگوں کا انبوہ اپنے ذوق شوق میں مست اسے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر مطلب کو نہایت فصاحت کے ساتھ نظم و نثر سے مرصع کرتا ہے اور صورتِ ماجرا کو اس تاثیر سے ادا کرتا ہے کہ سماں باندھ دیتا ہے کبھی ہتھیار بھی سجائے ہوتا ہے۔ جنگ کے معرکے یا غصہ کے موقعہ پر شیر کی طرح بپھر کھڑا ہوتا ہے۔ خوشی کی جگہ اس طرح گاتا ہے کہ سننے والے وجد کرتے ہیں غرضیکہ غیظ و غضب عیش و طرب یا غم و الم کی تصویر فقط اپنے کلام سے ہی نہیں کھینچتا۔ بلکہ خود اس کی تصویر بن جاتا ہے۔ اسے حقیقت میں بڑا صاحب کمال سمجھنا چاہئے کیونکہ اکیلا آدمی ان مختلف کاموں کو پورا پورا ادا کرتا ہے جو کہ تھیٹر میں ایک سنگت کرسکتی ہے" ۔

ایسے شخصوں کو "قصہ خوان" کہتے ہیں

سرجان ملکم صاحب اپنی تاریخ ایران میں فرماتے ہیں[2] :-

"از اسباب دا دمتاع سلطنت ایران یکے قصہ خواں است کہ آں را نقال شاہ گویند۔ وصاحب ایں منصب شخصے باجرائد تواریخ و مستحضر از اخبار و اشعار نوادر ونکات و دقیقہ یاب ونکتہ سنج باید۔ ایرانیاں اسباب تماشا بسیار دارند لیکن بہ نوعے

[1] سخندان پارس صفحہ ۱۵۸ ۔

[2] ترجمہ مرزا حیرت جلد دوم صفحہ ۱۵-۱۶ ۔

که تقلید در فرنگستان رسم است ندارند- مگر قصه خوانان ایشان که
به شخص واحد در حینِ تقریرِ حکایاتِ مجلس بالتمام هستند از تبدیل
حرکات و تغیرِ آواز به مقتضائے حالت اشخاص مختلفه در حالات
عدیده مثل غضب و حلم و عقل و عشق و سرور و غم و سلطنت
و گدائی امارت و چاکری فرانبری و فرمانروائی در ہر شخص واحد
دیده مے شود" +

یہ قصہ خوان خاص طور پر تربیت یافتہ ہوتے ہیں- اور نسلاً بعد نسلٍ ان کا پیشہ یہی ہوتا ہے- بیاہ شادی ختنہ اور دیگر تقریبات مسرت میں ان کا وجود لازمی شمار ہوتا ہے +

یہ قصے عموماً نثر و نظم دونوں میں ہوتے ہیں- نثر کا حصہ تحت اللفظ میں تمثیلی طرز میں ادا کیا جاتا ہے اور نظم کو مزامیر کے ساتھ گا کر سناتے ہیں- زبان اکثر سوقی ہوتی ہے انہیں ہمارے ہاں کے ڈپوہڑیاں[۱]، یا واریں گانے والے مراثیوں یا جھیوروں کا بدل سمجھ لو +

بعض قصہ خواں کسی خاص قصہ کے[۲] ادا کرنے میں ماہر ہوتے ہیں مثلاً شاہنامہ خواں، یا کوراوغلی خواں[۳] +

"روضہ خواں" جیسے ہندوستان میں مرثیہ خواں یا سوز خواں

---

۱ کمیں +

۲ مثلاً "نادرشاہ دی پوڑھی" "چٹھیاں دی وار" "دُلّے بھٹی دی وار" اور "جیمل فتا دی وار" وغیرہ +

۳ کوراوغلی ایک ڈاکو کا نام تھا- جس کے کارنامے قصہ خواں لوگوں کو سناتے پھرتے ہیں +

کہتے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک مذہبی کڑی ہے۔ اس کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ ایام محرم میں واقعات شہادت امام مظلومؑ کو اسی تمثیلی رنگ میں پڑھکر سامعین کو مصروفِ نوحہ و بکا، رکھے +

تمثیل مجلسی } اس میں ایک سنگت یا جماعت افراد قصہ کی نقل اتار کر قصے کو سامعین کے سامنے بیان کرتی ہے۔ اسے "تماشاچی" یا عاشق یا لوطیؔ کہتے ہیں۔ اس سنگت میں بہت سے نقال ہوتے ہیں۔ جو گاؤں گاؤں دورہ کرتے رہتے ہیں۔ مزامیر کے ساتھ گاتے بھی ہیں مداری بازی گر میموں باز۔ خرس باز بھی جزو "مجلس" ہوتے ہیں۔ جو اثنائے نقل میں اپنے اور اپنے جانوروں کے کرتب دکھاتے ہیں +

تعزیہ } ملک ایران میں ایام ماہ محرم میں جو امام مظلوم و دیگر اہل بیت کی شہادت کے واقعہ ہائلہ کی یاد تازہ کرنے اور واقعہ کربلا کو زیادہ موثر طور پر بیان کرنے کے لئے "مجالس تعزیہ" یا بالفاظ دیگر "تماشائے تعزیہ" کا عام رواج ہے یہ بھی مذہبی "تمثیل مصایب" کا قائم مقام ہے لیکن اس میں کوئی مصطبہ تمثیل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی پردے اور منظر ہوتے ہیں۔ بلکہ ایک وسیع میدان کے وسط میں تیس چالیس گز مربع چھ فیٹ بلند چبوترہ (جسے دسکو کہتے ہیں) بنایا جاتا ہے۔ اس کے گرداگرد دس فٹ چوڑا راستہ چھوڑا جاتا ہے تاکہ مقلدین جو اس میں

۱ؔ ایران کے جدید محاورے میں رند۔ بے باک۔ اوباش۔ بازاری اور گنڈے کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے + ۲ؔ ٹریجڈی ۳ؔ سٹیج ۴ؔ سین +

حصہ لینے والے ہوتے ہیں۔ اپنی نقل و حرکت بخوبی کر سکیں ؛
راستے کے چاروں طرف عورتوں اور مردوں کی نشست کے لئے (جو تعزیہ کی رات کو جوق درجوق آجاتے ہیں) علیحدہ علیحدہ مضبوط رسوں کے حلقے بنائے جاتے ہیں اور ان میں جانے کے لئے راستے بھی الگ الگ ہوتے ہیں ؛
جب سب لوگ آچکتے ہیں تو ایک توپ داغی جاتی ہے۔ جس سے تماشہ کے آغاز کا اعلان ہو جاتا ہے اس میں سب سے اول سقوں کی ٹولی آتی ہے۔ یہ لوگ پانی سے بھری مشکیں اٹھائے اپنے کرتب دکھاتے ہوئے ویا دلب تشنہ کربلاء کے نعرے لگاتے ہیں۔ یہ نظارہ امام شہیدؑ کی تشنگی کے دلخراش واقعہ کی اس طرح یاد دلاتا ہے کہ اس سے حاضرین کے نوحہ و بکا۔ جوش وخروش کی انتہا نہیں رہتی : ہائے حسین وائے حسینؑ کے نعروں اور سینہ کوبی کی آواز سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔ پھر تعزیئے کے کرداروں (جن میں رسالت مآبؐ۔ دیگر انبیائے عظام۔ ملائکہ۔ اہل بیت نبوی۔ معاویہ۔ یزید۔ شمر وغیرہ کے ممثل ہوتے ہیں) داخل ہوتے ہیں۔ پیغمبروں۔ فرشتوں اور مستورات کے ممثل ہمیشہ نقاب پوش ہوتے ہیں۔ شمر و یزید کے سوانگ حاضرین کی لعنت و نفرت کے مرکز ہوتے ہیں۔ چاروں طرف سے ان پر عملی نفرت کا اظہار بھی کیا جاتا ہے جس سے اکثر اُن ممثلوں کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اسلئے اس کام کے واسطے قید خانے کے مجرم انتخاب کئے جاتے ہیں ؛ سب ممثل مناسب حال لباس و اسلحہ میں اکٹھے ایک

ہی جگہ سکو پر بیٹھے یا کھڑے ہوتے ہیں۔ اثنائے تماشا میں اگر لباس تبدیل کرنے کی ضرورت ہو تو مدیر[51] مصطبہ جسے استاد کہتے ہیں اس کام میں مدد دیتا ہے +

ہر ایک ممثل کے پاس اس کا "حصہ[52] نظم" میں لکھا ہوا موجود ہوتا ہے۔ جہاں کہیں بھول جاتا ہے سامعین کے سامنے ہی جھٹ اس کاغذ کو دیکھ کر حافظہ کو تازہ کر لیتا ہے بعض اوقات استاد بھی جس کے ہاتھ میں سارا نسخہ موجود ہوتا ہے۔ اسے "لقمہ[53]" دے دیتا ہے +

اس اہتمام سے ماہ محرم الحرام کی پہلی دس راتوں میں واقعۂ کربلا کی تمثیل دکھائی جاتی ہے +

چونکہ اس تمثیل کا محرک جذبۂ مذہبی ہے اور بطور فن کے اس کو نہیں سیکھا جاتا۔ اس لئے اس کے مقلد اکثر نکات فن میں بالکل کچے ہوتے ہیں +

لڑکوں اور مستورات کے سوانگ اکثر بے ریش اور معصوم بچے بھرتے ہیں۔ جو عموماً امرا و متمول لوگوں کی اولاد ہوتے ہیں۔ اور تبرکاً اس تماشہ میں حصہ لیتے ہیں +

تمثیل کنونی (حالیہ)

ممالک اسلامیہ میں فن تمثیل صرف مذکورہ بالا حالتوں میں پایا جاتا تھا۔ کسی نے اس کی اصلاح اور ترقی کے لئے کوئی کوشش نہ کی۔ لیکن قفقاز اور ملحقہ علاقوں کے سلطنت روس میں شامل

---

[51] سٹیج مینجر +   [52] پارٹ +   [53] پرامٹ کرنا +

ہوتے ہی شہر تفلس میں جو ان علاقوں کا شہر حاکم نشین ہے - روسی عامل ایم دارلنسوف نے ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۰ء) میں منجملہ دیگر اصلاحات کے اہل شہر کی تفریح طبع کے لئے ایک "تماشا خانہ" بھی قائم کیا جہاں روسی و دیگر فرنگستانی زبانوں کی تمثیلیں تربیت یافتہ مقلدوں کے ذریعہ نقل ہونی شروع ہوئیں۔ شہنشاہ ایران ناصرالدین شاہ قاجار نے اپنے سفرنامہ میں اس تماشا خانے کا حال ان الفاظ میں بیان[1] کیا ہے :-

"دو بنائے مختصر است سفید کاری۔ یک جہن چراغ بزرگ[2] داشت که باگاز[3] روشن بود۔ تماشا خانہ از صاحب منصبان روس وغیرہ پُر بود۔ بہ ہمہ جہت دویست نفر آدم مے گیرد۔ موزیک[4] خوب زدند۔ بعد پردہ بالا رفت۔ چند اکت دادند۔ بزبان روسی حرف مے زدند۔ خوب خواندند۔ بازی و رقص و حکایات خوب نشان دادند۔ بسیار بامزہ و باخندہ بود۔ زنہا و جوانان روسی خوب و خوشگل بودند۔ یک رقاصۂ فرانسہ ہم بود بسیار خوش گل و خوب مے رقصید۔ دو سال است۔ اینجا آمدہ" +

مختصر یہ کہ فرنگستان کے بھڑکدار اور مہذب نظاروں نے قفقازیوں کی آنکھیں کھول دیں۔ اور ان تماشوں کی دلچسپی اور دلاویزی کا یہاں تک اثر پڑا کہ انہیں اپنے ملکی ذرائع تفریح بھونڈے معلوم ہونے لگے +

[1] روئے [2] ایک دھات ہوتی ہے [3] گیس + [4] بینڈ +

مردخسیس وغیرہ کا اصلی مصنف اور اسکی تصنیف کی وجہ

چنانچہ مذکورہ بالا تمثیلات کا اثر سب سے زیادہ مرزا
ح علی اخوانزادہ کے دل پر ہوا ۔ یہ شخص تاتاری النسل تھا
ور اس کے آباؤ اجداد کا وطن قراجہ داغ تھا۔ اسکا والد دربند
یں پیشۂ معلمی کرتا تھا۔ اس وجہ سے اخوانزادہ (اخوندزادہ)
کے لقب سے ملقب ہے ۔ روسی رعایا ہونے کی حیثیت سے
ہ روسی فوج میں داخل ہو گیا تھا ۔ اس نے علوم مروجہ میں
ت اعلےٰ تعلیم پائی تھی۔ اور فرنگستانی رسوم و آداب کا بہت
یدا تھا۔ اپنی قوم اور اُس کی کمزوریوں کا نبض شناس تھا ۔

اس نے روسی تماشاخانۂ تفلس کی کامیابی اور فوائد سے
اثر ہو کر آذری ترکی میں (جو فارسی اور ترکی کی معجون مرکب
ہے) ایک تاریخی حکایت اور چھ تمثیلیں اس تماشاخانے
ں نقل کئے جانے کی امید پر لکھیں۔ جن کے نام بقید سنہ
لیف درج ذیل ہیں :-

(۱) ملّا ابراہیم خلیل کیمیاگر۔ سنہ ۱۲۶۷ھ (سنہ ۱۸۵۰ء)
(۲) موشیوژوردان ۔ سنہ ۱۲۶۷ھ (سنہ ۱۸۵۰ء)
(۳) خرس قولدورباسان۔ سنہ ۱۲۶۸ھ (سنہ ۱۸۵۱ء)
(۴) وزیر خان سراب ۔ سنہ ۱۲۶۸ھ (سنہ ۱۸۵۱ء)
(۵) مردخسیس ۔ سنہ ۱۲۶۹ھ (سنہ ۱۸۵۲ء)

(۶) وکلائے مرافعہ۔ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵ء)
(۷) قصۂ یوسف شاہ سراج ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵ء)
پھر ان سب کو ۱۲۷۶ھ (۱۸۵۹ء) میں یکجائی طور پر تفلس میں بنام "تمثیلات قاپودان مرزا فتح علی اخونزادہ" چھپوا کر شائع کیا۔ اور اپنے افسر جنرل بریاٹنسکی کے نام پر معنون کیا +

ہم یہاں پر مصنف کی تمہید کا فارسی ترجمہ تمام وکمال نقل کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس نے کن فوائد کو مدِ نظر رکھ کر ان کے لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تھا۔ وھی ھذا:۔

در طبیعت انسان دو خاصیت عمدہ نہادہ شدہ یکے غم و دیگرے فرح۔ گریہ علامت غم۔ خندہ نمونۂ فرح است۔ گاہے دقوع مصائب وصدور مفرحات وگاہے تقریر وتحریر آنہا این دو حالت را در مزاج انسان ظاہر مے کند + در صورت تقریر وتحریر عمدہ مؤثر برائے غم وفرح وگریہ وخندہ وضع حکایت است۔ اکثر اوقات از مصائبے کہ بوضع نامرغوب مذکور شدہ است۔ آدم متاثر نمے شود۔ لیکن ہماں مصیبت را بوضع پسندیدہ علیحدہ کہ نقل نمایند کما ینبغی تاثیر مے بخشد۔ چنانکہ در مجالس روضہ خوانان ناقص وکامل ایں ہر دو کیفیت مکرر مشاہدہ شدہ۔ اگر نقل مصیبت[۱] یا بہجتے[۲] کہ از طبائع واخلاق بشریت مذاکرہ مے شود۔ کماہی دفی الواقع مذکور شدہ بطبیعت مستمع مقبول ومؤثر بیفتد۔ واضح و

---

[۱] ٹریجڈی + [۲] کومیڈی +

مصنف ہماں نقل را حکیم روشن روان و عارف طبائع انسانی مے گویند و ناقل کامل آں سخن گوئے کامل۔ فائدہ نقل مصیبت و بہجت بیان کردن اخلاق و خواص بنی نوع بشر است کہ مستمع بخوبیہائے آں خوشحال و عامل و از بدہائے آں متاذی و غافل گردد و ہم نفس امارہ از اشتغال ایں قسم حکایت متلذذ شدہ بجلب سرور معاصی و مناہی میل نکند ؞

در ممالک فرنگستان ارباب عقول سلیمہ بفواید ایں عمل برخورد شدہ از عصرہائے قدیم در شہرہائے عظیم عمارات عالیہ باسم تیاٹر[1] برپا کردہ۔ گاہ کیفیت مصیبت و گاہے کیفیت بہجت را بواسطۂ تشبیہات اظہار مے نمائند ؞

درمیان ملت اسلام تا ایں زماں ہمیں نقل مصیبت[2] متداول بودہ ایں ہم بواسطۂ تشبیہ و تقریر در کمال نقصان و قصور ؞ یعنی اولاً وضع انشائے مصائب موافق واقع و مطابق طبع انسانی بعمل نیامدہ ؞ ثانیاً ناقلان آں از روے بصیرت تربیت نشدہ ہرکس خود سر بایں امر اقدام کردہ از لوازمات جاہل و از شرائط آں غافل است ؞ ثالثاً برائے اجرائے ایں امر عظیم درمیان ملت اسلام ہرگز تدارکاتے مہیا نیست۔ بنا بریں کیفیت تشبیہات کہ یکے از الذ نعم دنیا است در غایت رکاکت ظہور مے کند

[1] تھیٹر ؞ [2] تعزیہ ؞

مثلاً یک چیزے جزئی ہم کہ شبیہ درحالت تکلم قاری بہ نظر نیاید چارہ جو نہ شدہ اند - شبیہ باید کہ از حفظ موافق اصطلاح مکالمہ بکند - مے بینی یک ورق کاغذ دست گرفتہ باعبارات غلیظہ درسیہ مے خواند - بااین حالت تقریر شبیہ چگونہ بطبیعت انسان مؤثر خواہد افتاد + اما نقل بہجت بواسطہ تشبیہات ہرگز رسم نیست - دریں خصوص تاحال تصنیفے نوشتہ نشدہ است - باوجود اینکہ نقل بہجت متضمن مواعظ عجیبہ ونصائح غریبہ است - کہ اگر بوضع بہجت فزا و طرب انگیز بیان نشود ہرگز طبیعت خاص و عام باستماع آنہا راغب نخواہد گشت +

مجالس نقل بہجت از قراریکہ در فرنگستان متعارف است اگر بہ کمال وقت ملاحظہ بکنی چیزے بخلاف ادب و حیا درآنجا مشاہدہ نے شود +

اس سے کچھ عرصہ پہلے جلال الدین مرزا پسر فتح علی شاہ قاچار نے نامۂ خسرواں ایک کتاب ایران کی تاریخ میں لکھی - اور اس کی متعدد جلدیں اپنے احباب کو بھیجیں - ایک جلد مرزا فتح علی کو بھی (جس سے صرف علمی مناسبت کی وجہ سے ہی تعارف تھا) - تفلس میں بھیجی - مرزا نے اسکے عوض میں اپنی تمثیلات کی ایک جلد شاہزادے کو ارسال کی - اور سرورق پہ یہ بھی لکھ دیا کہ اگر ان کا ترجمہ فارسی میں بھی ہو جائے تو خالی از دلچسپی و فائدہ نہ ہوگا - مگر کسی وجہ سے یہ کتاب بہت عرصے تک زینت طاق فراموشی رہی +

سنہ ۱۸۷۱ ایکبیڈ +

مرزا جعفر مترجم تمثیلات

جلال مرزا جیسا خود صاحب علم تھا ویسا ہی قدر دان اہل علم و کمال تھا۔ بہت سے اہل قلم اس کے سلک ملازمت میں منسلک تھے۔ ان میں قراجہ داغ کا رہنے والا مرزا جعفر بھی تھا۔ جس کا تخلص تحقیق تھا +

تاریخ اور تذکرے اس باکمال کے مفصل حالات زندگی سے بالکل خالی ہیں۔ ہاں اس کے خود بیان کردہ واقعات[1] سے جو مسٹر سڈنے چرچل نے شائع کئے ہیں۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کی پیدائش ۱۸۳۲ء میں قراجہ داغ میں ہوئی تھی۔ "قایو دان" فتح علی سے اس سے دور کا رشتہ بھی تھا۔ اس کی بیوی مر چکی تھی۔ اور مرحومہ کی یادگار ایک اکلوتی بیٹی تھی جسے وہ بہت پیار کیا کرتا تھا۔ وہ ایران کے مروجہ طریقۂ تعلیم کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ اور نصاب جو اس ملک کے مدارس میں جاری تھے اس قابل نہ تھے۔ کہ طلبا میں صحیح قابلیت پیدا کر سکیں۔ اور اس فکر میں رہتا تھا۔ کہ کس طرح اس طریقۂ تعلیم کی اصلاح ہو؛ اتفاقاً اسی فکر میں ایک دن اسے اپنے مربی شاہزادۂ جلال مرزا کے

---

[1] جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی مطبوعہ ۱۸۸۶ء

کتب خانہ میں مرزا فتح علی کی تمثیلات کی وہ جلد جو مصنف نے بھیجی تھی ہاتھ آگئی۔ اُس نے اس کو بڑے شوق سے پڑھا۔ اس قدر لطف آیا کہ اُسی وقت ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو۔ مصنف کی خواہش (در بارہ ترجمہ فارسی) کو پورا کیا جاوے۔ چنانچہ سب سے پہلے ملّا ابراہیم[۹] خلیل کیمیا گر کا ترجمہ ۱۲۱۸ھ (۱۸۷۲ء) میں کر کے شاہزادے کے سامنے پیش کیا۔ شاہزادہ اُس کی خوبیاں دیکھ کر بہت ہی خوش ہُوا۔ اور مترجم کا حوصلہ بڑھایا۔ اور باقی حصوں کے ترجمے میں جلدی کرنے کی تاکید کی۔ چنانچہ ۔ جمادی الثانی ۱۲۸۹ء کو موشیو ژوردواں کے ترجمے کی تکمیل ہوئی۔ یہ دونوں کتابیں شائع ہونے بھی نہ پائی تھیں کہ جلال مرزا کا انتقال ہوگیا اور مرزا جعفر کی ملازمت بھی جاتی رہی۔ بیکاری میں اس کو بہت سی مشکلات کا سامنا رہا۔ کبھی کبھار کوئی ملازمت مل جاتی تھی۔ لیکن مستقل ذریعہ روزگار کوئی نہ تھا۔ تاہم اس نے ہمت نہ ہاری اور ترجمے کا کام برابر جاری رکھا۔ چنانچہ خرس قولدور باسان و قصۂ یوسف شاہ سراج ۱۲۹۰ھ میں ختم ہوئے۔ اور سرگذشت وزیر لنکران۔ مرد خسیس اور وکلائے مرافعہ ۱۲۹۱ھ میں شائع کئے۔

خرس قولدور باسان کو شائع کرتے وقت ایک مختصر تمہید بھی لکھی ہے۔ جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ مترجم نے کن حالات میں اس ترجمے کو شائع کیا تھا

[۹] دیکھو فارسی کی تیسری کتاب مؤلفہ راقم الحروف۔

وہ لکھتا ہے :-

چندے قبل دو تمثیل از یں تمثیلات کتاب تماشا خانہ محض تصحیح و امتحان بچاپ رسانیدہ تقدیم حضور اعاظم و معارف نمود - چوں در نظر خاص و عام مقبول و فوائدش نسبت بعموم مردم مشہود و محقق گردید - لازم آمد کہ ؎

اذا قلت فی شیٔ نعم فاتمہ
فان نعم دین علی الحر واجب[1]

باقی تمثیلات ایں کتاب نیز بعون اللہ بچاپ برسد - ولے ازانجا کہ خواہ بصیغہ انعام وخواہ باعطاء قیمت از ہیچ جا اعانتے بعمل نیامد - برائے متصدی موجب کسالت و سبب تاخیر ایں تمثیل سیُم آمد - تا ایں روزہا بمفاد "الامور مرھون باوقاتھا" ایں تمثیل بہر نحوے کہ بود بہ چاپ رسید - امید از قدر دانئے خدادندان مرتبت آن ست کہ ایں نسخہا کہ از عدم شہرت و تازگی تقدیم حضور ایشاں مے شود ہرکہ را میل قبول نبودہ باشد "الیاس احدی الراحتین" نسخہ را براقع رد نمودہ متصدی را منتظر نگذارند و اگرچنانکہ بصرافت طبع ملاحظۂ آں رغبت فرمودند برائے یک ہیچ

---

[1] ترجمہ - جب تو نے کسی کام کی ہاں کر لی تو اُس کو پورا کر - کیونکہ ہاں ایک قرض ہے جس کا ادا کرنا شریف پر واجب ہو جاتا ہے ۔

نسخہ کہ دو ہزار قیمت و پنجہزار انعام قرار دادہ شدہ مضائقہ نفرمودہ حین قبول نسخہ یکے ازیں دو التفات را دربارۂ حامل بہ فرمائند کہ متصدی را امیدواری حاصل شدہ از توجہ تربیت ایشاں ہمہ کتاب بہ چاپ برسد۔ واز فوائد مندرجہ خاص و عام بہرہ مند شوند۔ ھوالمستعان والیہ التکلان"۔

پھر ۱۲۹۱ھ میں چھیوں تمثیلوں اور قصہ یوسف شاہ سراج کو یکجائی طور پر طہران سے شائع کیا۔ اور مرزا فتح علی مصنف کے پاس تفلیس میں بھیجا۔ جس نے انہیں بے انتہا پسند کیا اپنے خطوط میں مترجم کی مساعی کی بہت تعریف کی۔

۱۸۸۶ء میں ونیسر بار دے مینار کے لئے فرانسیسی قونسل متعینہ تبریز نے مصنف اور مترجم کے حالات پر ایک نوٹ لکھ کر بھیجا تھا۔ جس کا انگریزی ترجمہ جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن بابت ۱۸۸۶ء میں درج ہے۔ اس سے مصنف و مترجم کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ ہم اس کے اس حصے کا اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں:-

"مرزا جعفر ایرانی حج کے ارادے سے تفلس میں سے گذر رہا تھا کہ وہیں مرزا فتح علی سے شناسائی ہوگئی۔ اور دونوں میں اتحاد پیدا ہوگیا۔ مرزا جعفر کی ملاقات وہاں کے چند ایرانی آزاد منش لوگوں سے ہوگئی۔ جن کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ وہ حج کے ارادے سے دست بردار ہو کر وہیں مقیم ہوگیا۔ اور سلطنت روس کی ملازمت بھی کر لی۔ اس زمانے میں اپنے دوست مرزا فتح علی کی

تمثیلات کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور تفلس میں ہی ۱۸۸۳ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ دس ہزار تومان (قریباً ساٹھ ہزار روپیہ) ترکہ چھوڑا۔ جو اس کے وارثوں نے تفلس جاکر واگذار کرالیا +

لیکن خود مرزا جعفر کو ان سب باتوں سے انکار ہے[۵] +

اسکے اپنے بیان کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱)- مرزا جعفر کے پاس کبھی اتنا روپیہ نہیں ہؤا۔ جس کا ذکر اوپر کے اقتباس میں ہے +

(۲)- مرزا جعفر کبھی تفلس میں نہیں گیا۔ اور نہ ہی مرزا فتح علی سے اس کی کبھی ملاقات ہوئی +

(۳) دونوں میں خط وکتابت کا سلسلہ تھا۔ اور وہ بھی تمثیلات کے ترجمہ کرنے کے دوران میں جاری ہوا +

(۴) مرزا جعفر ۱۸۸۶ء تک زندہ تھا۔ اور ۱۸۸۴ء سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گوشہ نشین ہوگیا تھا۔ اور ناقدریئے ابنائے زمان کا شکوہ سنج تھا +

مقدمۂ مرزا جعفر

مرزا جعفر نے اپنی تمثیلات کے شائع کرنے پر جو مقدمہ لکھا ہے۔ وہ ہم یہاں بتمامہ نقل کرتے ہیں :-

" ہرچند تاکنوں وجودم را اثرے واعمال بے اثرم مثمر ثمرے واز تہذیب اخلاقم خبرے نشدہ نشانہ ویادگارے نہ دارم ایں اوقات ہم کہ بایں توفیق موفق مے شوم۔ باز از برادراں امیدوار

---

۵ جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۸۶ء +

چنانم بتوجه و نظر مرحمت خود شان بهر نحوے که دانند همراهی فرمانند
که انشاءالله از پرتو تشویق ایشان قوت ناطقه قوت گرفته بیشتر
از پیشتر برائے انتشار این علم شریف ساعی شوم +

علم شریف تهذیب اخلاق که هرگز بنوع کومیڈی[۱] و به فن لطیف
تیاٹر[۲] که الطف سخنان و الذ گفتگوهاست بزبان فارسی نوشته
نه شده - هموطنانم ازین تمنع مهجوراند - انشاءالله بتوسط خامه
این گمنام درین نامه بزبان فارسی نگارش یافته یادگار بماند که
چون انتشار و اشتهارش برائے اهل مملکت وسیلهٔ بصیرت
و برائے خارجه در آموختن زبان فارسی اسباب سهولت است
این آثار نام مرا بهتر از فرزند خلف زنده و پایدار میدارد و برائے
طالبان تحصیل فارسی تاکنون باین سادگی و بے حشو و زوائدے
نمونهٔ نوشته نه شده +

اهل خارجه و ترکان آذربایجان وغیره را به جهت آموختن
زبان فارسی مداومت و مواظبت این تمثیلات از ممارست
سائر کتب فرس مفید تر و برائے رفع هرگونه کدر انیس بے
درد سر و جلیس بے زحمت و ضرر خواهد بود +

سبب ترجمه و مقصود از آن

مراد ازین تالیف و ترجمه تهذیب اخلاق در ضمن مکالمهٔ مضحکه به
عبارت سهل و مصطلح به طرز تماشاخانهائے فرنگستان بطوریکه
عمل در صورت تشبیه یعنے شناختن زشت و زیبائے خوشے

---

۱ کومیڈی تمثیل بهجت + ۲ تهیٹر +

انسان است۔ بتماشائے شکل وشباہت وشنیدن سخنان خوش مزہ بے اغراق وموافق طبع +

چون حکمائے عصر متفق ومعتقد شدہ اند براینکہ عیوب و قبائح را چنانکہ تمسخر از طبیعت انسان بیرون مے برد ہیچ قسم نصیحت و پندے نمیتواند برد۔ وہمچنانکہ استہزا ایشان را برآن مے دارد کہ ترک اعمال قبیحہ مے نمایند۔ ہیچ گونہ موعظہ وپندے این طور موثرنے افتد۔ بنا برآن اشتہار و انتشار علم تیاتر را کہ مستجمع افعال قبیحہ ومستحسنۂ بنی نوع انسان است لازم دانستہ امثال اتفاقیہ وحادثات واقعہ را کماہی بے میل وغرض تالیف کردہ دقائق مطالب تہذیب اخلاق را خواندہ بخواندن ونقل کردن و خواہ بدرس دادن وتشبیہ نمودن بردم وانمود مے کنند۔ تا بہ کردارہائے خوب راغب وازکارہائے زشت بپرہیزند +

این بندہ کتابے بزبان ترکی دیدہ فوائد ومنافع آن را مشاہدہ کردہ افسوس خوردم کہ چرا تا امروز ما اہل ایران ازین استفاضہ محروم ماندہ ایم۔ محض خدمت ہموطنان وحصول اطلاع از فواید عائدۂ تیاتر وتازگی وخوش طرحئے این چندے بہ ترجمہ آن پرداختہ معروض نظر ارباب کمال مے نمائد۔ صرف نظر از فوائد عامہ کہ از قول[۱] مصنف در ترجمہ عرض خواہد شد۔ فائدۂ خاص را نیز درین ضمن مراعات کردہ برخلاف سلیقہ چیز نویسان قدیم از قید عبارت مغلقہ والفاظ مشکلہ رہائیے ہ

---

[۱] دیکھو صفحہ ۱۲-۱۳-۱۴ +

بزبان عوام وسخنان روان وکلمات مانوس وعبارت معروف
ایں کتاب مستطاب را نوشتہ باتمام رسانید۔ کہ بے سواد و
باسواد ہردو بخواندن وشنیدن از فواید آں بہرہ مند شوند
واطفال مظلوم کہ ہمیشہ براے یاد گرفتن ترکیب کلمہ و
آموختن ہجی در ورطۂ عبارات مغلق مستغرق و گرفتار
اند۔ بخواندن ایں کتاب کہ بزبان خود آنہا مسطور است۔
خلاصی یافتہ سہولت عبارت و مانوسئے سخنان وسیلۂ
تشویق وترغیب آنہا گردیدہ آنچہ کہ مے خوانند و مے آموزند
معنی آں را نیز فہمیدہ بصیرت روشنائی حاصل کنند ✦
محقق است کہ لذت فہم معانی وحصول بصیرت وسیلۂ
شوق و رغبت درس و معرفت گشتہ از روے میل طبیعی
وخواہش خود بدرس خواندن اقدام خواہند نمود ✦
ہمچنیں کسانیکہ فارس نہ بودہ ایام قبل سالہا براے آموختن
زبان فارسی زحمت کشیدہ از روئے کتب فرس و یا
ترجمہ ہائے انجیل وتوراۃ تحصیل فارسی مے نمودند و بے
وقت حرف زدن یا چیز نوشتن (دیدہ و شنیدہ است) کہ
چہ مے گفتند وچہ مے نوشتند ایشاں مورد ملامت نیستند۔ اما
بعد از قرنے زحمت و ریاضت از وصول مدعا تہیدست مے بودند ✦
امید دارم بخواندن و مداومت ایں تمثیلات از قیود آں عیوب
مستخلص وبرائے تحریر وتقریر ضروری از زحمت کثیر مستغنی شوند
بارے چندانکہ برائے اطفال مملکت فارس خواندن ایں کتاب

ضرورت دارد۔ دو چنداں برائے بزرگ و کوچک غیر مملکت فارس مداومت ایں تمثیلات لازم و درکار است ٭

لیکن افسوس ہے کہ اہل ملک و ملت نے مترجم کی عملی قدر دانی نہ کی اور اسے عمر بھر اس بات کا افسوس رہا کہ نہ تو اس کی ترجمہ کردہ تمثیلات کی اہل ملک نے تماشا خانہ میں نقل کی اور نہ ہی انہیں بطور نصاب تعلیم مدارس میں داخل کیا ٭ اس ناقدری کی وجہ یہ ہے کہ مکتبوں کے معلم تعلیم کے پرانے طریقوں اور نصاب مروجہ کو آسانی سے چھوڑنے والے نہ تھے علاوہ ازیں ان تمثیلوں کی تکلمی اور سوقی زبان ان کے خیال میں متانت کی منافی تھی اس لئے تعلیمی نصاب میں ان کو داخل کرنے کی بہت مخالفت کی گئی ٭

تشبیہی حیثیت سے ان کی ناکامی کا باعث یہ ہے کہ اول تو ایران میں فن تشبیہ ابھی ابتدائی حالت میں تھا۔ اور تمام نظاروں کو تماشائیوں کے سامنے پیش کرنے میں بہت دقت تھی۔ دوسرے چونکہ ان میں ملاؤں رمالوں فالگیروں نجومیوں اور حکام عدالت کا مضحکہ آمیز رنگ میں اڑائے گئے ہیں اور ممالک ایشیا اور خصوصاً ایران میں عامۃ الناس پر ان کا اثر اور نفوذ بہت زیادہ ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی علانیہ تضحیک آسان بات نہ تھی تاہم اتنا معلوم ہے کہ بعض اصل آذری اور فارسی ترجموں کی نقلیں، مختلف اوقات میں تماشاخانوں میں دکھائی گئی ہیں ٭

ہاں ممالک غیر کے فارسی آموزوں نے ان کتابوں کا تپاک سے خیر مقدم کیا۔ اور ایران کی تکلمی زبان کے سیکھنے میں ان سے معتدبہ